سلسلہ تقاریر "تعارف الکتاب"
ڈاکٹر اسرار احمد

۱۴ ربما

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ○ ذَرْھُمْ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا
وَیُلْھِھِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ○ وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ
اِلَّا وَلَھَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ○ (الحجر: ۲ تا ۴)

قرآن مجید کا چودھواں پارہ "رُبَمَا" کے نام سے موسوم ہے اور اس میں دو سورتیں پوری پوری شامل ہیں، یعنی پہلے سورۃ الحجر جس کی صرف پہلی آیت تیرہویں پارے میں شامل ہے بقیہ پوری سورۃ اس چودہویں پارے میں شامل ہے اور دوسری سورۃ النحل۔

سورۃ الحجر کے بارے میں اس کے انداز کے اعتبار سے یہ بات نمایاں معلوم ہوتی ہے کہ یہ قرآن مجید کی بالکل ابتدائی عہد کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے اس لیے کہ اس میں آیات چھوٹی چھوٹی ہیں اور "ردھم" بہت تیز ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں بالکل آغاز میں قرآن حکیم کے بارے میں ایک بڑی اہم حقیقت بیان ہوئی ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (آیت ۹) یعنی اس قرآن کو جو ذکر ہے، یاددہانی ہے، نصیحت ہے، موعظت ہے، ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ گویا قرآن مجید کو ہر قسم کی لفظی اور معنوی تحریف سے بچانے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے لیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود یہ کتاب من وعن موجود ہے اور اسلام کے کسی دشمن کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی کہ اس کتاب میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت

کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ چونکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا، لہٰذا اللہ نے جو کتاب آپؐ کو عطا فرمائی ہے، اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

سورۃ الحجر میں قصہ آدم و ابلیس بھی ایک نئی شان سے وارد ہوا اور اس میں ایک آیت بہت اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق سے قبل فرشتوں سے یہ کہہ دیا تھا: اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (آیت ۲۸) "میں ایک بشر بنانے والا ہوں اس سنے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر کھنکھنانے لگا ہو" فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ (آیت ۲۹) "تو جب میں اسے مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں، تو گر پڑنا اس کے سامنے سجدے میں"۔ معلوم ہوا کہ یہ انسان کا شرف ہے، یہ اس کی وہ فضیلت ہے جو اسے تمام موجودات اور مخلوقات پر حاصل ہے کہ اس میں روحِ ربانی پھونکی گئی ہے۔ یہ اشرف المخلوقات اسی کی بنیاد پر ہے اور مسجودِ ملائک اسی کے باعث ہوا۔ یہ عظیم امانت ہے جس کا انسان حامل ہے یہی وہ امانت ہے جس کے بارے میں فرمایا: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب: ۷۲) "ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا، لیکن سب ڈر گئے، اس کا تحمل نہ کر سکے، اور اس کو اٹھایا انسان نے"۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند! (حافظؔ)

اس سورۂ مبارکہ کے اخیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دل جوئی کا معاملہ فرمایا گیا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ۝ (الحجر: ۹۷، ۹۸، ۹۹)

"(اے نبیؐ) ہمیں خوب معلوم ہے کہ جو کچھ یہ (کفار و مشرکین آپ کے معاندین اور مخالفین) کہہ رہے ہیں (آپ کو اس سے دکھ پہنچتا ہے) آپ کا سینہ اس سے بھنچتا ہے (آپ کو اس سے رنج پہنچتا ہے لیکن آپ صبر کیجیے)، اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اس کے حضور سجدہ بجا لایئے اور اپنے رب کی بندگی میں اس آخری گھڑی تک لگے رہیے جس کا آنا یقینی ہے"۔

اس کے بعد سورۃ النحل آتی ہے' یہ نسبتاً ایک طویل سورۃ ہے جو سولہ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان میں غالباً جامع ترین سورۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا بیان جس جامعیت کے ساتھ اس میں ہوا ہے وہ غالباً کسی اور مقام پر نہیں ہے۔ چنانچہ اس میں مختلف انواع واقسام کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد کیا جاتا ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (آیت ۱۱) "اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو تفکر کریں' یعنی غور وفکر سے کام لیں۔ پھر کچھ اور نعمتوں کا ذکر فرما کر پھر الفاظ آتے ہیں: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (آیت ۱۲) "اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیں"۔ کچھ اور نعمتوں کا ذکر فرما کر پھر اعادہ ہوتا ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ (آیت ۱۳) "اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں"۔ پھر مزید نعمتوں کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (آیت ۶۵) "اس میں یقیناً ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سننے والے ہیں"۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (آیت ۷۹) "اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں"۔ مزید برآں ارشاد فرمایا جاتا ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (آیت ۱۸) "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے"۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں' تمہاری گنتی سے باہر ہیں۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے: اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (آیت ۷۱) "تو کیا یہ (بدنصیب) اللہ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں آیا تو ان کے ضمن میں بھی خاص طور پر یہ الفاظ وارد ہوئے: شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (آیت ۱۲۱) یعنی ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی نعمتوں کے شکر گزار تھے' شکر ادا کرنے والے تھے۔ تو اللہ کی نعمتوں کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں انتہائی جامعیت کے ساتھ آیا ہے اور انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کے حوالے سے اس کو پہچانے' اس کی صفاتِ کمال کی معرفت حاصل کرے' اس کی توحید کا علم حاصل کرے' اور یہ بات بھی جان لے کہ جس نے نعمتیں دی ہیں وہ نعمتوں کا حساب لے گا۔ محاسبۂ اخروی کی دلیل بھی درحقیقت یہیں سے فراہم ہوتی ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کی چند اور آیات میں سے ایک بڑی جامع آیت وہ ہے جس پر عموماً جمعہ کا خطبۂ ثانی ختم ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ (آیت ۹۰)

"اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل و انصاف کا، احسان کا، قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا، اور روکتا ہے فحش کاموں سے اور منکرات سے اور برائیوں سے۔"

یہ بڑی جامع آیت ہے اور سورۂ بنی اسرائیل، جو سورۃ النحل کے بعد آتی ہے اس کے دو رکوعوں میں گویا کہ انہی اوامر و نواہی کی تفصیل آئے گی۔ ایک اور عظیم آیت اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں وارد ہوتی ہے فرمایا گیا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (آیت ۱۲۵)

یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔ اور یہ بلانا اولاً حکمت و دانائی کے ساتھ ہونا چاہیے، عقلی دلائل کے ساتھ انسان کے ذہن کو اپیل کرنے والی دلیلوں کے ساتھ دوسرے درجے میں دعوت ہے۔ انتہائی دل نشین پیرائے میں نصیحت کی بات جو سیدھی دل میں لگے، جو انسان کے دل میں گھر کر جائے اور آخری درجہ جدال کی بھی اجازت ہے۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق علامہ اقبال نے کہا کہ ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر!

ایسے مردِ ناداں بھی ہوتے ہیں جن پر یہ کلامِ نرم و نازک اثر نہیں کرتا، بلکہ ؏ "نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی!" کے مصداق ان سے کچھ تلخ باتیں بھی کرنی پڑتی ہیں لیکن وہاں بھی ایک بندۂ مومن اور داعی الی اللہ کو شرافت اور متانت و سنجیدگی اور وقار کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا ہے تو فرمایا: وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ـ اگر کہیں جدال جھگڑا اور بحث و نزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں بھی تمہارا طرزِ عمل نہایت احسن ہونا چاہیے۔

آخر میں فرمایا: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ (آیت ۱۲۷) یعنی اے نبیؐ اگرچہ حالات انتہائی نامساعد ہیں مخالفتوں کا طوفان ہے، ہر چہار طرف سے رکاوٹیں اور موانع ہیں لیکن آپ جمے رہیے! دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہئے، صبر کیجئے! جھیلئے! اور برداشت کیجئے جو بھی آپ کو اس راہ میں برداشت کرنا پڑے اور آپ کا صبر اللہ ہی کے سہارے ہے اسی کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھیے اور اسی کے حکم اور فیصلے کا انتظار کیجئے!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○